شہر بریلی کی تاریخی عمارات

از ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب ٭

بریلی ایک قدیم شہر ہے۔ موجودہ بریلی کینٹ سے کچھ فاصلے پر دریائے رام گنگا کے قریب اونچا گاؤں، قدیم نام مہگواں میں ایک ٹیلے کی غیر سرکاری کھدائی کے بعد جو اشیاء برآمد ہوئی تھیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا تعلق ہڑپا کی تہذیب سے تھا جس کے عہد کا تعین ۲۳۰۰ ق م سے ۱۷۰۰ ق م کے مابین کیا جاتا ہے [۱]

جب آریوں نے پنجاب سے دوآبے کی طرف بڑھنا شروع کیا اس وقت شمالی ہند کا وہ علاقہ مدھ دیش کہلاتا تھا جس میں ۱۶ ریاستیں تھیں جن کو مہاجن پد کہا جاتا تھا۔ یہ مہاجن پد کاشی سے تکشلا تک واقع تھے جن کے عہد کا تعین ۶۰۰ سے ۳۲۵ ق م کے مابین کیا جا سکتا ہے۔ ان میں ایک مہاجن پد پانچال تھا۔ شمالی پانچال کی راجدھانی اہی چھترا اور جنوبی پانچال کی راجدھانی کمپل تھی۔ موجودہ اضلاع کانپور، فرخ آباد، بدایوں، بریلی اور مرادآباد پانچال میں شامل تھے [۲]

اہی چھترا ضلع بریلی کی تحصیل آنولہ کے گاؤں رام نگر میں واقع ہے۔ اہی چھترا میں آدی کوٹ کے کھنڈر اور پارس ناتھ جی کا جین مندر عہد قبل مسیح کے ہیں [۳]

٭ ۳/۷۔ پھول والان۔ بریلی۔

گپت عہد (۳۲۰ء سے ۵۵۰ء) میں مہاجن پد کی جگہ بھگتی یا جن پد تھے جن کی تعداد ۴۲ تھی۔ اس وقت پانچال بھی ایک بھکتی یا جن پد تھا۔[۴]

ہرش وردھن کی ۶۴۷ء میں وفات کے بعد قنوج پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے زور آزمائی شروع ہوگئی تھی۔ بنگال کے پال۔ دکن کے راشٹر کوٹا اور گرجر پرتی ہار سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے زور آزمائی کرنے لگے۔ گیارہویں صدی عیسوی میں محمود غزنوی کے حملوں کے بعد راجپوتوں کا سیاسی اقتدار ختم ہوگیا۔ ہرش وردھن کی وفات ۶۴۷ء سے غزنوی حملوں کے وقت تک بریلی کی سیاسی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔[۶]

بریلی کھیڑ میں شامل تھا۔ بدری دت پانڈے نے کھیڑ کے موضوع پر لکھا ہے:[۷]

"وہاں پر بڑا جنگل تھا۔ اہیر لوگ رہتے تھے۔ بریلی کا نام اس وقت پٹہ اہیران تھا۔ وہاں کے مالک اہیر تھے۔ یہ زبردست لڑاکے تھے۔ جب تیمور کے ہاتھ بھارت ورش آیا تو اس نے ترہٹ کے راجا کھرک سنگھ اور ہری سنگھ کو انہیں دبانے کو بھیجا۔ یہ راجا کھیڑ یا جاتی کے تھے۔ ان کے نام سے یہ پرانت کھیڑ یا کیٹھیڑ کہلایا۔ بعد کو روہیلوں کے آنے سے یہ روہیل کھنڈ کہلایا۔"

حکیم نجم الغنی خاں رام پوری نے کھیڑ کی حدود کا تعین کرتے ہوئے لکھا ہے:[۸]

"کھیڑ کی حدود در روہیل کھنڈ کی حدود موجودہ حال کو شامل تھیں۔ بریلی۔ مراد آباد سنبھل براپوں کے اقطاع کو کھیڑ کہتے ہیں۔"

حکیم نجم الغنی خاں رام پوری نے یہ اطلاع بھی دی کہ لکھنور کابر اور آنولہ کھیڑ بود کے صدر مقام تھے۔[۹]

کھیڑ یا راجپوت جنگجو تھے۔ وہ سلاطین دہلی اور صوبیداران سنبھل و بدایوں کے خلاف

بغاوت کرتے رہتے تھے جس کے نتیجے میں بہت خوں ریزی ہوئی۔ ۱۲۶۵ء میں غیاث الدین بلبن (م ۱۲۸۷ء) نے اور ۱۳۸۰ء میں فیروز شاہ تغلق (م ۱۳۸۸ء) نے کھیڑیوں کو کچل دیا اور ان کے علاقے کو ویران کر دیا۔ اس کے باوجود بھی کھیڑیوں کی بغاوت کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کو جب بھی موقع ملتا وہ خراج دینا بند کر دیتے تھے[۱۰]

بریلی میں ایک کھیڑیا زمیندار راجا جگت سنگھ بڑھل نے سیاسی قوت حاصل کر لی۔ شہر کہنہ بریلی میں اس کے نام پر ہی محلہ جگت پور آباد ہے۔ اس کے بڑے بیٹے باس دیو بڑھل نے ۱۵۳۷ء میں بریلی کو آباد کیا اور ۱۵۵۰ء میں ایک کوٹ بھی تعمیر کرایا جس کے آثار ختم ہو چکے لیکن اس کی جگہ شہر کہنہ بریلی میں محلہ کوٹ آباد ہے۔[۱۱] باس دیو بڑھل کے نام پر ہی بانس بریلی کے نام کی تشکیل ہوئی جو اب بریلی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔[۱۲]

اکبر کے عہد حکومت (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) میں عباس علی خاں افغان غرغشتی نے ۱۵۶۹ء میں بریلی پر حملہ کیا اور باس دیو بڑھل کو شکست دے کر بریلی پر قبضہ کر لیا۔[۱۳]

یہاں تک بریلی کے عہد قبل مسیح سے اکبر کے زمانے میں فتح بریلی (۱۵۶۹ء) تک کی تاریخ کا ایک نہایت سرسری جائزہ تھا جس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ بریلی اپنی قدامت کے باوجود کبھی سیاسی اقتدار کا مرکز نہیں رہا جس کی وجہ سے وہاں دور قدیم کی عمارتیں نہیں ملتی ہیں اور اگر ہیں بھی تو تاریخی شہادت کے بدون ان کے عہد کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ اب جہاں شہر آباد ہے وہاں جنگل تھا اور اہیر آباد تھے جو جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ پختہ عمارتوں کے آثار ان علاقوں میں ملتے ہیں جو اب پرگنے اور مواضع ہیں اور حدود شہر کے باہر۔ جیسے کابر۔ شیر گڑھ۔ شیش گڑھ۔ آنولہ۔ فرید پور وغیرہ۔ تاہم یہ بات قابل قیاس ہے کہ اہیروں۔ راجپوتوں اور دوسری جاتیوں نے کسی وقت عبادت کے لئے

مندر۔ مٹھ۔ ٹھاکر دوارے اور استھل تعمیر کرائے۔ مثال میں مندر ٹیبپری ناتھ۔ گنگا مندر مندر باغ چمپت رائے۔ مندر الکھ ناتھ۔ مندر بکڑیانا تھ اور مندر بھیروں جی، ٹھاکر دوارہ باغ برگٹاں۔ ٹھاکر دوارہ بلدیو جی۔ مٹھ دیبی جی نزیادل۔ مٹھ رائے بسے دھوپا اور تلسی استھل شہر بریلی کی قدیم عبادت گاہیں ہیں لیکن تاریخی شہادتوں کی عدم موجوگی میں ان کی قدامت کا تعین کرنا ناممکن سا ہے۔ ان سب کے نام شاہان و نوابین کی عطا کردہ معافیات ہیں۔ ان عمارتوں پر کتبات نہیں ہیں۔ مزید برآں یہ عمارتیں مرمت و تعمیر نو کے مرحلے سے بار بار گزری اور ان کے ابتدائی طرز تعمیر کے نقوش ختم ہو چکے ہیں۔ لہذا ان کی قدامت کا تعین مزید مشکل ہو گیا ہے۔ میرا قیاس ہے کہ ان میں قدیم ترین عمارتیں تیرہویں اور چودہویں صدی عیسوی سے تعلق رکھتی ہیں۔

بریلی پر مغل اقتدار سے پہلے ہی صوفیوں کی آمد بریلی میں شروع ہو گئی تھی جس کا ثبوت مقبرہ شاہ دانا ولی سے ملتا ہے۔ یہ مقبرہ شہر کہنہ بریلی میں پیلی بھیت روڈ کے مغربی کنارے پر شہامت گنج میں واقع ہے۔ اس مقبرے کے کتبے سے اطلاع ملتی ہے کہ حضرت شاہ دانا کا نام سید جلال الدین احمد تھا اور ان کی وفات ۷۳۱ھ میں ہوئی تھی (مطابق ۱۳۳۰ء) اس وقت محمد تغلق دہلی کا سلطان تھا (۱۳۲۵ء تا ۱۳۵۱ء) مقبرے کا ہشت پہلو طرز تعمیر مغلوں سے پہلے کا ہے۔ اس مقبرے کی مرمت اورنگ زیب کے عہد حکومت میں (۱۶۵۹ء تا ۱۷۰۷ء) اس کے صوبے دار بریلی راجہ مکرند رائے نے کرائی تھی جو ۱۶۶۹ء تک بریلی میں صاحب اقتدار رہا تھا[۱۴]

مقبرہ شاہ دانا ولیؒ کے طرز تعمیر سے مشابہ ایک مقبرہ چوراہا شہامت گنج کے قریب سید حبیب شاہ کا ہے جن کو حضرت شاہ دانا ولی کا ہمعصر بتایا جاتا ہے[۱۵]

بریلی میں عہد مغلیہ سے پہلے کی عمارتوں میں ایک مسجد اور ایک مقبرہ تکیہ بچا شاہ شہر کہنہ میں واقع ہیں۔ مسجد پورے طور پر تعمیر نو کے مرحلے سے گزر چکی ہے اور اس کی محراب پر کتبہ بھی نہیں ہے۔ لہذا اس روایت کے باوجود کہ وہ بریلی کی پہلی جامع مسجد ہے، اس کے عہد کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ اس مسجد کے جانب مشرق ایک لودی طرز تعمیر کے مقبرے کی موجودگی یہ قیاس کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ مقبرے اور مسجد میں عصری تعلق ہو سکتا ہے مقبرے پر کتبہ نہیں ہے لیکن اس کا ہشت پہلو چبوترہ، اطراف میں برآمدہ، چھت کا نچلا حصہ آگے کی طرف بڑھا ہوا، بالائے چھت مثمن کے ہر کونے پر اور گنبد کے گرد ستونی برجیاں اور مقبرے کی ایک منزل کے قریب مساوی اونچائی اس کے عہد لودی (۱۴۵۱ء تا ۱۵۲۶ء) میں تعمیر کیے جانے کی شہادت دیتے ہیں۔ اس مقبرے میں دو قبور ہیں۔ شہر بریلی میں لودی طرز تعمیر کا یہ واحد مقبرہ ہے۔

شہر بریلی کے مغرب میں اونچی کرسی پر ایک بڑی مسجد ہے جو جامع مسجد قلعہ کہلاتی ہے یہ مسجد محلہ کنگھی ٹولہ میں واقع ہے لیکن اس کے مغرب میں دیورنیاں ندی کے کنارے مکرند رائے صوبیدار بریلی کا تعمیر کردہ قلعہ تھا۔ لہذا یہ جگہ قلعہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ دیورنیاں ندی کو بھی قلعہ ندی کہا جاتا ہے کیونکہ اس ندی کے کنارے ہی قلعہ تھا۔ اس مسجد کے شمالی گوشے میں قدم رسول کی عمارت اور پہلو میں نبی خانہ ہے۔ اس مسجد میں کوئی قدیم کتبہ نہیں ہے۔ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے تحریر کیا ہے:[16]

"جامع مسجد بازار قلعہ میں مکرند رائے کھتری گورنر بریلی ساکن دہلی نے عہد عالمگیر بادشاہ دہلی ۱۶۶۷ء میں تعمیر کرائی تھی"۔

عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے اپنے بیان کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ جامع مسجد

قلعہ بریلی کے طرز تعمیر پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بالائی حصہ بہ شمولیت گنبد عہد مغلیہ سے پہلے کے ہیں۔ کمرہ نماز کے اندر وسطی گنبد کی ہشت پہلو کرسی کو ٹکانے کے لئے اس کو ونچش (Squinches) مہیا کی گئی ہیں۔ مسجد بلند میناروں سے بھی عاری ہے جو مغل طرز تعمیر کا امتیاز ہیں۔ گنبد پیازی (Bulbus) نہیں ہیں جن کو مغلوں نے رائج کیا تھا۔ دروازوں کی محرابیں بھی دانتے دار (Engraled Arches) نہیں ہیں جو مغلوں نے اختیار کی تھیں لہذا اصل عمارت عہد مغلیہ سے پہلے کی تعمیر شدہ معلوم ہوتی ہے۔ میرا قیاس ہے کہ مسجد سے پہلے موجود تھی جس کو مکرند رائے نے تعمیر قلعہ کے ساتھ زیادہ وسیع پیمانے پر استادہ کیا یا وسیع طور پر مرمت کرائی جس کو اصل مسجد کی تعمیر سمجھ لیا گیا۔

جامع مسجد قلعہ بریلی کے جدید کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ بریلی کے مشہور شاعر و قصیدہ نگار نواب نیاز احمد خاں ہوش (م ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء) نے باب مسجد تعمیر کرایا تھا۔ ٹھیکیدار حاجی نظیر خاں نے مسجد میں چاہ پختہ اور حوض ۱۹۲۸ء میں تعمیر کرائے۔ حاجی سید افضال حسین نے ۱۳۶۰ھ (مطابق ۱۹۴۱ء) میں برآمدہ تعمیر کرایا۔ اس برآمدے کی تعمیر سے اصل مسجد کا پیش منظر (Facade) چھپ گیا ہے جس کی وجہ سے پرانے نقش و نگار نظر نہیں آتے۔

مسجد کے صحن کو چھوٹی اینٹوں سے اس طرح تیار کیا گیا تھا کہ پورے صحن میں محراب دار مستطیلوں کی صفیں بن گئی تھیں جو گویا مصلا کے نشانات تھے۔ یہ انتظام شہر کی کسی دیگر مسجد میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ جدید تعمیر میں اس صحن پر سیمنٹ کا پلاسٹر کرا دیا گیا ہے۔ مسجد کے کتبات کی حالت بھی زدہ ہے۔ حالانکہ ان کو محفوظ کرنا بہت ضروری ہے کیوں کہ وہ تاریخ مسجد کا ایک منبع ہیں۔

بریلی کو عہد اکبر (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) میں پرگنے کی حیثیت حاصل ہوئی تھی جو سرکار

سنبھل و بدایوں کے ماتحت تھا[۱۷]۔ اس وقت سنبھل کا فوجدار حکیم ابوالفتح عین الملک مرزا حسین شیرازی تھا جو فیضی و ابوالفضل کا بہنوئی بھی تھا۔ اس نے اکبر کے حکم سے گھیر جعفر خاں شہر کہنہ بریلی میں ۹۸۷ھ مطابق ۱۵۷۹ء میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جو مرزائی مسجد کے نام سے معروف ہے۔ تعمیر مسجد کی اطلاع اس کتبے سے ملتی ہے جو مسجد کی محراب کے اوپر لگا ہوا ہے[۱۸]۔ یہ مسجد بڑے رقبے میں ہے۔ کسی حقدار خاں نے مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا تھا جس کی اطلاع مسجد کے ۱۱۶۴ھ مطابق ۵۱-۱۷۵۰ء کے کتبے سے ملتی ہے جو مسجد کے فی ساد (Facade) پر لگا ہوا ہے۔ اس مسجد کی وسطی محراب کا فریم اتنا بلند تھا کہ اس میں گنبد چھپ گیا تھا۔ یہ وہ خصوصیت تھی جو بریلی کی دیگر تاریخی مساجد میں نہیں ملتی۔ جدید تعمیر میں برآمدے کا اضافہ کرتے وقت درمیانی محراب کے فریم کو اتنا کم کیا گیا ہے کہ گنبد نظر آنے لگا اور فی ساد کی اونچائی کم ہونے سے مسجد کی شوکت ختم ہوگئی۔ اس مسجد کی اہمیت اس کے کتبۂ اکبری کی وجہ سے بھی ہے مرزائی مسجد کا کتبہ نہ صرف تاریخی اہمیت کا حامل ہے وہ پتھر پر آرپار کندہ کاری کا اعلیٰ نمونہ بھی ہے اس کتبے کے تعلق سے مرزائی مسجد کی تاریخی اہمیت قائم رہے گی۔

اکبر کے بعد جہانگیر کے عہد حکومت (۱۶۰۵ تا ۱۶۲۸ء) میں شیخ فرید بدایونی بریلی و بدایوں کے ناظم تھے۔ انھوں نے بریلی سے ۲۰ کلو میٹر دور رمپورہ میں ایک قلعہ بنوایا تھا بعد کو رمپورہ فرید پور کے نام سے مشہور ہوا[۱۹]۔ شہر بریلی میں جہانگیر کے عہد حکومت کی کسی عمارت کا سراغ نہیں ملتا۔

شاہ جہاں کے عہد حکومت (۱۶۲۸ تا ۱۶۵۹ء) میں بدایوں کی جگہ بریلی صدر مقام ہوگیا تھا[۲۰]۔ شہر بریلی میں شاہ جہاں کے عہد حکومت کی بھی کسی عمارت کا سراغ نہیں ملتا۔ اورنگ زیب کے عہد حکومت (۱۶۵۹ تا ۱۷۰۷ء) میں محمد مسیح کمبوہ نے جس کا

لقب خیر اندیش خاں ثانی تھا، ایک قلعہ اور ایک مسجد تعمیر کرائی تھی[۲۱]۔ قلعہ کا وجود تو ختم ہو چکا مسجد اسلامیہ کالج، بریلی کے متصل جانب مشرق واقع ہے۔ یہ مسجد نو محلہ کہلاتی ہے[۲۲]۔ یہ مسجد مغل طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔ عام طرز تعمیر کے مطابق اس مسجد کی درمیانی محراب کے فریم کو بلند نہیں کیا گیا ہے۔ مسجد کے مینار بلند ہیں۔ میناروں کے پلاستر پر آڑی دھاریاں کندہ کی گئی ہیں۔ مغلی گنبد پر شکوہ ہیں۔ چھت نیچی ہے اور کمروں کو محرابوں کے ذریعہ تقسیم کیا گیا ہے۔ کمرۂ نماز سادگی کا نمونہ ہے۔ اس مسجد میں کوئی قدیم کتبہ نہیں ہے۔ ۱۶۶۹ء میں راجہ کمر ندرائے بریلی سے منتقل کر دیا گیا تھا۔ لہذا خیر اندیش خاں کی صوبیداری کا زمانہ اس کے بعد کا ہو سکتا ہے۔ قیاساً مسجد نو محلہ کی تعمیر بہ عہد اورنگ زیب ۱۶۶۹ء کے بعد ہوئی تھی۔

مسجد نو محلہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامی دور میں انقلابیوں کی سرگرمیوں کا مرکز بن گئی تھی[۲۳]۔ نواب خان بہادر خاں کی ۶؍ مئی ۱۸۵۷ء کو شکست کے بعد انگریزی فوج نے شہر میں داخل ہو کر غیر معمولی سفاکی کا مظاہرہ کیا اور نو محلہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی[۲۴]۔ پوری آبادی مقتول ہوئی اور جو بچے وہ بھاگ کر جنگلوں میں روپوش ہو گئے۔ مسجد ویران ہو گئی کیوں کہ نمازیوں نے نو محلہ میں جانا بند کر دیا تھا۔ مسجد کے ایک کتبے کی اطلاع کے مطابق مرزا نظیر بیگ نائب تحصیل دار نے ۱۳۲۴ھ (مطابق ۱۹۰۶ء) میں مسجد نو محلہ کو تعمیر نو کے بعد آباد کیا اور مسجد میں نمازی آنا شروع ہو گئے۔ مسجد کے دوسرے کتبے کی اطلاع کے مطابق خان بہادر رحیم داد خاں رئیس بریلی نے پختہ فرش، حوض، مطہرنہ اور باؤنڈری کا ۱۳۳۹ھ مطابق (۲۱-۱۹۲۰ء) کا اضافہ کیا[۲۵]۔ حال میں ہی ایک بلند دروازے کا اضافہ ہوا ہے۔

اورنگ زیب کی ۱۷۰۷ء میں وفات کے بعد محمد شاہ کے عہد حکومت (۱۷۱۹ تا

۱۷۴۸ء) میں اودھ کے شیوخ بریلی میں آباد ہوئے۔ شہر کہنہ بریلی میں کٹرہ چاند خاں اور نوادہ، شیخان، اودھ سے آئے ہوئے شیخان نے ہی آباد کئے تھے۔ ان شیوخ کے مورث اعلیٰ چاند خاں تھے جن کی تعمیر کردہ مسجد چاند خاں کٹرہ چاند خاں میں موجود ہے[۲۶]۔ کتبہ مسجد کے مطابق مسجد چاند خاں کی تعمیر ۱۱۴۹ھ (مطابق ۱۷۳۶ء) میں ہوئی تھی۔ یہ اونچی کرسی پر ایک چھوٹی مسجد ہے اور تعمیر نو کے بعد اپنے پرانے نشانات سے محروم ہو چکی ہے۔

محمد شاہ کے عہد حکومت میں ہی بریلی کے متصدی بدرالاسلام خاں نے ۱۷۴۵ء میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو بازار ساہوکارہ میں قلعہ روڈ پر واقع ہے۔ اس مقام پر کبھی پرند فروخت ہوتے تھے۔ مقامی طور پر یہ مسجد گذری کے نام سے مشہور ہوگئی[۲۷]۔ یہ ایک مضبوط سادہ اور حسن نزاکت سے محروم ہے۔ اس کے برگ دار (Foliated) گنبد مغل طرز کے ہیں اور میناروں کی جگہ دو منزلہ برجیاں ہیں۔

احمد شاہ کے عہد حکومت (۱۷۴۸ تا ۱۷۵۴ء) میں حافظ رحمت خاں روہیلہ کھیڑ پر قابض ہو چکے تھے۔ ان کے عہد حکومت میں کسی خلیل نے محلہ لودی ٹولہ شہر کہنہ بریلی میں ۱۱۶۹ھ مطابق (۵۶-۱۷۵۵ء) میں مسجد جہاں خاں تعمیر کرائی۔ کتبہ مسجد خلیل اور جہاں خاں کا علم نہیں ہوتا۔ یہ اونچی کرسی پر ایک چھوٹی مسجد ہے جس میں کمرہ نماز اور چھت پر گلکاری کی گئی ہے جو اس مسجد کا امتیاز ہے۔ کسی لودی امیر سے منسوب یہ شہر کی واحد مسجد ہے۔

عہد روہیلہ کی مساجد میں حافظ رحمت خاں کی بہن جو بی بی جی کے نام سے مشہور تھیں، کی بنوائی ہوئی مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور میں واقع ہے۔ کتبہ مسجد کی عدم موجودگی میں اس کی تاریخ تعمیر کا تعین نہیں کیا جا سکتا[۲۸]۔ یہ بہت کشادہ، پرشکوہ کافی اونچی کرسی پر شاندار مسجد ہے اس کے برگ دار مغل طرز کے گنبد اور بلند کلس دار مینار جن پر آڑی دھاریاں کندہ کی گئی ہیں،

مسجد نو محلہ کے مینار و گنبد کے مشابہ ہیں۔ فی ساد کی محرابوں کے حاشیے پر تزئین کی گئی ہے اسی طرح محراب امام کے حاشیوں کو آیات قرآنی سے آراستہ کیا گیا ہے۔ مسجد کو دیکھتے ہی اس کے مضبوط اور پر شکوہ ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ مسجد نو محلہ اور مسجد بدر الاسلام خاں کی طرح اس مسجد کے صحن میں بھی حوض ہے۔

عہد روہیلہ کی مساجد میں ایک مسجد محلہ جسولی بریلی میں ہے۔ یہ مسجد آخون زادے کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد میں آخون محمد زیارت خاں کی قبر ہے جن کی وفات ۱۷۷۳ء میں ہوئی تھی[29]۔ یہ بھی اونچی کرسی پر ایک وسیع و کشادہ مسجد ہے۔ تعمیر نو کی وجہ سے اس کے پرانے نشانات معدوم ہو چکے ہیں۔ صرف عقبی اور بالائی حصے سے اس کی عظمت پارینہ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

شہر بریلی میں عہد روہیلہ کی یادگار گڑھی راؤ پہاڑ سنگھ اور کٹرہ مان رائے بھی ہیں لیکن بتدریج ان کا وجود ختم ہو رہا ہے۔ راؤ پہاڑ سنگھ اور مان رائے نواب حافظ رحمت خاں روہیلہ کے دیوان فوج و دیوان مال علی الترتیب تھے۔

۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو کرنل چیمپین اور نواب شجاع الدولہ کی مشترکہ فوج کے مقابلے میں حافظ رحمت خاں کو شکست ہوئی اور بریلی پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ اودھ کے عہد حکومت میں بزمانہ آصف الدولہ (۱۷۷۵ تا ۱۷۹۷ء) مسجد آصفی تعمیر ہوئی جو بازار ساہوکارہ میں مسجد گندری کے قریب واقع ہے۔ یہ شیعہ مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد کی کرسی کافی اونچی ہے۔ مسجد کے کتبہ تعمیر سے اطلاع ملتی ہے کہ اس کی ۱۲۱۱ھ (مطابق ۱۷۹۶-۱۷۹۷ء) میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کی ثانوی تعمیر ۱۲۷۳ھ (مطابق ۱۸۵۶-۱۸۵۷ء) میں ہوئی تھی۔ کتبے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ مسجد کس نے تعمیر کرائی تھی[30]۔ یہ مسجد گذشتہ

صدی میں بہت پُر جمال ہو گی کیوں کہ اس کے در و دیوار پر زیادہ سے زیادہ تزئین کے آثار ملتے ہیں۔ در و دیوار کے علاوہ جالیوں۔ طاقچوں اور مستطیلوں پر کمانی محرابیں بنا کر آرائش کی گئی ہے۔ فی ساد کی محرابوں کے نچلے حصے (Spandrels) کو اور کمرہ نماز میں محراب امام اور چھت کو شوخ رنگ کی پھول پنکھڑیاں بنا کر خوش نما بنایا گیا ہے۔ یہ بریلی شہر کی واحد مسجد ہے جس میں کمانی محرابوں کے نشانات کو جگہ جگہ بطور آرائش استعمال کیا گیا ہے اس مسجد میں الکوو (Alcove) بھی نہیں ہے جس کی جگہ مسجد کی عقبی دیوار پر دو عمودی ابھری ہوئی لکیریں بنا کر ان پر کمانی محراب کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے اندرون مسجد محراب امام کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس مسجد کا فی ساد بلند ہے اور اس پر چھوٹے قبوں کی ایک قطار ہے اور اس کے بھی اوپر چھوٹی ہوا دار محرابوں کی (Perforated Arcade) صف ہے۔ مسجد کے تینوں گنبد برگ دار ہیں اور بلند میناروں کے پلاستر پر آڑی لکیریں کندہ کی گئی ہیں۔ یہ بریلی کی واحد مسجد ہے جس میں باؤلی تھی[31] چند سال قبل باؤلی کو پاٹ دیا گیا۔ مجموعی طور پر یہ مسجد بہت کچھ اودھ کے طرز تعمیر سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔ ۱۸۰۱ء میں بریلی پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہو گیا۔ کمپنی نے اپنی فوجی، غیر فوجی اور رہائشی ضرورت کے مطابق فوجی چھاؤنی قائم کی، گورستان (Cemetery) اور گرجے بنائے۔ دفاتر کے لئے عمارتیں تعمیر کیں۔ بازار اور باغ بھی مہیا کئے۔ بریلی کینٹ کے گورستان میں سب سے زیادہ پرانی قبر لوح قبر (Epitaph) کے مطابق ہنری پڈکاک ایڈیشنل جج بریلی کی بیٹی میری الزبتھ کی ۱۸۰۹ء کی ہے جس سے یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ بریلی چھاؤنی کا قیام ۱۸۰۹ء سے پہلے ہوا تھا۔ اس گورستان میں ۱۸۵۷ء کے انگریز مقتولین کی بھی قبریں ہیں۔ بریلی میں کمپنی کے عہد حکومت کے دو گرجے محفوظ اور آباد ہیں۔

ان میں سنٹ اسٹیفنسن چرچ ۱۸۱۸ء کا اور فری ول بپٹسٹ چرچ (Freewill Babtist chrch) ۱۸۳۸ء کا ہے۔ انگریزوں نے بریلی کینٹ میں ایک قلعہ بھی تعمیر کرایا جس کی ضرورت انہوں نے ۱۸۱۶ء کی مفتی محمد عوض کی ہاؤس ٹیکس کے خلاف بغاوت اور خونریزی کے نتیجے سے محسوس کی تھی[۳۲]۔ بریلی کینٹ میں ہی کمپنی باغ ہے جو اب گاندھی ادیان کہلاتا ہے۔ کمپنی باغ کی سہ زاویہ چھت (Pediments) اور مدور ستون کا دروازہ رام لیکھ راج رئیس بریلی نے ۱۸۵۴ء میں تعمیر کرایا تھا۔ ایک کتبہ بھی نصب کرایا جو محفوظ ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے بریلی پر اقتدار کے زمانے (۱۸۰۱ تا ۱۸۵۸ء) میں ہی بریلی کے ایک رئیس بہادر سنگھ بھٹناگر نے قلعہ ندی پر پختہ پل تعمیر کرایا جو کتبہ کے مطابق ۱۸۴۲ء کا تعمیر شدہ ہے۔ یہ پل اس وقت بریلی کارپوریشن کی حدود میں شامل ہے اور بریلی دہلی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے اس پر ہمہ وقت گاڑیوں اور لوگوں کی آمدورفت جاری رہتی ہے۔

حکومت برطانیہ کے عہد میں جان انگلس (John Inglis) کلکٹر بریلی نے ۱۸۶۹ء میں ایسٹرن انگلس میموریل اسکول اور ۱۸۷۰ء میں ویسٹرن انگلس میموریل اسکول شہر کہنہ اور قلعہ میں علی الترتیب قائم کئے جو اب مولانا آزاد انٹر کالج اور تلک انٹر کالج کہلاتے ہیں۔ ان کالجوں کی چھتوں کے کونے سہ زاویہ ہیں، محرابیں ٹیوڈر (Tudor Arches) اور ستون مدور (Roman Pillars) ہیں۔ انگریزوں نے بعد کی عمارتوں میں چھتوں پر گنبد کا اضافہ کیا جو بریلی کالج بریلی ڈفرن اسپتال اور سیٹی پوسٹ آفس کی عمارتوں پر ملتے ہیں۔

شہر بریلی میں ایک مقبرہ بریلی پیلی بھیت شاہراہ پر دھرم پور میں واقع ہے جس کو منشی کریم الدین نے اپنی حیات میں ہی ۱۳۱۱ھ ہجری (مطابق ۱۸۹۳-۹۴ء) میں تعمیر کرایا تھا، منشی کریم الدین فرزند تھا، شیخ بدرالدین کا جو ۱۸۵۷ء میں شہر بریلی کا کوتوال اور انگریزوں کا معاون و وفادار تھا۔ اس کا ذکر ۱۸۵۷ء کی دستاویزات میں ملتا ہے۔ جب محمد شفیع رسالدار اور بخت خاں صوبیدار کی بغاوت کے بعد انگریز سول اور فوجی افسران بریلی کینٹ سے نینی تال میں پناہ لینے کے لئے بھاگے تھے، اس وقت بدرالدین ان کے ساتھ نینی تال تک گیا تھا۔ اس مقبرے میں کریم الدین اور اس کی اہلیہ کی قبور ہیں۔ مقبرے کی جانب شمال چہار دیواری کے اندر کریم الدین کا خاندانی گورستان ہے۔

شہر بریلی کے محلہ خواجہ قطب میں مشہور صوفی و شاعر حضرت شاہ نیاز احمد (م ۱۸۳۴ء) کا سنگ مرمر کا مقبرہ ہے، جس کے نازک ستون، گول محرابیں، نازک جالیاں اور منبت نقش و نگار بالائے مقبرہ مربع کرسی پر تین سوغانی گنبد حسن خیز ہیں۔ یہ مقبرہ بے حد پُر جمال ہے۔ بریلی میں سنگ مرمر کا یہ واحد مقبرہ ہے۔ حال میں ہی مقبرے کی عمارت میں ایک بلند مینارہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔[۳۳]

بریلی شہر کی بعض تاریخی عمارتوں کا وجود ختم ہو چکا۔ کتب خانہ کی خوش نما عمارت جس کی بنیاد ۱۸۵۵ء میں رکھی گئی تھی،[۳۴] جہاں پچھلی صدی میں روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی کا دفتر تھا۔[۳۵] جہاں سے نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی م ۱۸۹۲ء کے گلدستہ "ہوش افزا" کی اشاعت ہوتی تھی اور جہاں اردو، فارسی، عربی کتب کا بڑا ذخیرہ تھا، ۱۹۶۰ء کے بعد کسی سال منہدم ہو گئی۔ کتبۂ عمارت بھی ضائع ہو گیا۔ مقبرہ حافظ رحمت خاں جس کا گنبد اعلیٰ فن کاری کا نمونہ اور عہد روہیلہ کے طرز تعمیر کی ایک مثال تھا، ۱۹۸۹ء کی برسات میں منہدم ہو گیا۔ اس کے ساتھ تین کتبات بھی ضائع

ہوگئے۔ غنیمت ہے تینوں کتبات کی نقول اور ان کی تفصیل محکمۂ آثار قدیمہ ناگپور کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں[۳۶]۔ خاندان روہیلہ کے باقر گنج میں بیری والے باغ کے قبرستان میں جہاں نصف صدی قبل سناٹا رہتا تھا، آبادی کے دباؤ کی وجہ سے گویا محلہ آباد ہوگیا ہے۔ وہاں ایک چبوترے پر تین قبور ہیں۔ پورے قبرستان میں صرف اس چبوترے پر نواب عنایت خاں پسر کلاں نواب حافظ رحمت خاں روہیلہ کی قبر پر کتبہ برقرار ہے۔ قبور شکست و ریخت کا منظر پیش کرتی ہیں اور کتبات ضائع ہوچکے۔ ان حالات میں باقی ماندہ تاریخی عمارات و کتبات کو محفوظ کرنے کے لئے غیر سرکاری کوشش کی بھی ضرورت ہے کیونکہ یہ عمارات و کتبات ہماری قومی میراث ہیں جن کے ذریعہ علاقائی تاریخ کا عہد بہ عہد مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

استدراک

راقم الحروف نے یہ مضمون رام پور رضا لائبریری رام پور کے دو صد سالہ جشن کے موقع پر "روہیل کھنڈ کی تاریخی ثقافتی اور ادبی وراثت" کے زیر عنوان بین الاقوامی سمینار منعقدہ ۲۵ جولائی تا ۲۸ جولائی ۱۹۹۸ء کے تاریخ و آثار قدیمہ کے جلسے میں ۲۷ جولائی ۱۹۹۸ء کو پیش کیا تھا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۹۸ء کے بعد تا حال روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے شعبہ تاریخ قدیمہ و ثقافت کے زیر اہتمام جن ٹیلوں (mounds) کا سروے ہوا اور رپورٹ شائع ہوئیں ان سے ضلع بریلی کی تاریخی قدامت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس مضمون کے آغاز میں بریلی کی تاریخی قدامت کا مذکور ہوا تھا، لہذا ضروری معلوم ہوا کہ نئی تاریخی دریافت کا ذکر کردیا جائے۔ اس اضافے سے معلومات حسب ضرورت حاصل ہوجائیں گی۔

بریلی کی قدیم تاریخ کے سلسلے میں جو نئی معلومات سامنے آئیں ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے

۱۔ بریلی شاہجہاں پور شاہراہ کے کنارے فتح گنج مشرقی سے ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر گرام

عالم پور میں ایک ٹیلے کی ارض کاوی (Excavation) کے بعد بعض قدیم اشیاء برآمد ہوئیں جن میں ایک مٹکا، چکی کے پاٹ، ایک پتھر کی مورتی کا نچلا دھڑ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے اساتذہ کی رائے میں یہ اشیاء چھٹی صدی قبل مسیح کی ہیں[۳۲]۔

۲- بریلی پیلی بھیت شاہراہ کے جانب شرق ۶ کلومیٹر کے فاصلے پر اور روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے شرق میں ایک گرام مسمّٰی دوہرا میں ایک ٹیلے کی کھدائی کے دوران اصنام، ہاتھی کی شکل کے کھلونے، سرخ مٹی کے برتن، دیویوں کی مورتیاں۔ دیوی ہری تی (بچوں کی نگراں دیوی) کی مورتی۔ سانچے سے تیار کئے ہوئے مرتبانوں کے ٹکڑے۔ دوات۔ پتھر کے کولہو وغیرہ برآمد ہوئے۔ اینٹیں "۱۸ لمبی"، ۱۰ چوڑی اور ۲ ½ دبیز ہیں۔ یہی گپت عہد (۳۲۰ء تا ۶۵۵۰ء) کی اینٹوں کا سائز ہے۔ چہار دیواری کے آثار بھی ملے جن پر برجیاں برائے نگرانی بنی ہوئی تھیں۔ یہ دیوار ایک خندق (moat) کی معلوم ہوتی ہے جس میں ایک کلومیٹر فاصلے پر رواں نکٹیا ندی سے پانی آتا تھا۔ روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے اساتذہ کا خیال ہے کہ یہ مقام عہد کشان (قیاساً ۴۵ء سے ۲۲۵ء تک) کا ہے اور جو عہد گپت یعنی چھٹی عیسوی تک آباد رہا۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ارض کاوی نچلی سطحوں تک کی جائے تو ہڑپا تہذیب (۲۳۰۰ تا ۱۷۰۰ قبل مسیح) کے آثار مل سکتے ہیں[۳۳]۔

۳- ضلع بریلی کی تحصیل فرید پور کے گرام مسمّٰی وے ول بسنت پور میں ایک ٹیلے کی جزوی کھدائی کے نتیجے میں اینٹیں اور مٹی کے ظروف برآمد ہوئے جن کا تعلق گپت عہد (۳۲۰ء تا ۶۵۵۰ء) سے ہے۔ اسی طرح بریلی بدایوں شاہراہ پر گرام بنادر میں ایک ٹیلے کی جزوی کھدائی سے دور قدیم کے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔

روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے زیر اہتمام آثار قدیمہ کی دریافت کا کام جاری ہے اور نئے

حقائق کا انکشاف متوقع ہے۔ بہرحال اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ روہیل کھنڈ/بریلی کے زرخیز علاقے میں خاص طور پر دریائے رام گنگا (قدیم نام راھب ندی) اور اس سے ملنے والی ندیوں کے کنارے عہد قبل مسیح میں نوآبادیات قائم ہوئیں جو پانچال کی راجدھانی اہی چھترا کے منطقے میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی مضافاتی اکائیاں معلوم ہوتی ہیں اور ساتویں صدی میں اہی چھترا کے زوال کے ساتھ خود بھی ختم ہوگئیں۔ اہی چھترا کے زوال کے بعد راجپوتوں کے عروج کے زمانے میں روہیل کھنڈ/بریلی میں نئی بستیاں قائم ہوئیں اور آبادکاری کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ قدیم بستیوں کی دریافت، ان بستیوں کے مابین تعلق کی نوعیت اور آبادکاری کے ارتقائی مطالعے کے بعد ہی ہڑپا تہذیب سے مسلمانوں کے حملوں کے وقت تک کی تاریخ مرتب ہوسکتی ہے۔ اس وقت طلب اور صبر آزما کام میں وقت لگے گا تاہم روہیل کھنڈ/بریلی کی قدیم تاریخ کے خدوخال ظاہر ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ امید ہے مستقبل میں قدیم تاریخ بھی مرتب ہوجائے گی۔

حوالہ جات اور حواشی

۱؎ یہ کھدائی ایک ماہر آثار قدیمہ ابھے بابو نے کرائی تھی جس کا حوالہ نرنکار دیو سیوک نے اپنے ہندی زبان میں مضمون "پانچال کے پورو اتہاس کی ایک کھوج" میں دیا ہے۔ نرنکار دیو سیوک کا یہ مضمون اخبار امر اجالا بریلی کے کمایوں نمبر بابت نومبر ۱۹۷۳ء میں شایع ہوا تھا ۲؎ اتر پردیش (۱۹۸۸-۸۹ء) سالانہ رپورٹ۔ محکمہ نشرواشاعت لکھنؤ۔ ص ۱۳ تا ص ۵۳ ۳؎ ڈاکٹر ونود چند سنہا۔ پراچین بھارت کا اتہاس ص ۱۶۲ اور ص ۶۳ ۴؎ بی این پانڈے۔ دی ساگا آف اہی چھترا۔ مشمولہ پانچال جرنل کان پور۔ ص ۳ تا ص ۱۷ ۵؎ رومیلا تھاپر۔ بھارت کا اتہاس ص ۲۰۰ تا ص ۲۱۷ ۶؎ اسٹینلی لین پول نے ایچ ایم ایلیٹ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ محمود غزنوی نے ۱۰۰۰ء سے ۱۰۲۶ء تک

ہندوستان پر سترہ حملے کئے تھے۔ میڈایول انڈیا انڈر محمڈن اول ص ۱۸ اور ص ۱۹ ؎ بدری دت پانڈے۔ کمایوں کا اتہاس۔ ص ۷۰ ۵ ؎ حکیم نجم الغنی خاں رام پوری۔ اخبار الصنادید جلد ا۔ ص ۵۰ ؎ ایضاً ؎ محمد قاسم فرشتہ۔ تاریخ فرشتہ۔ اردو ترجمہ از عبدالحئی۔ ص ۲۸۶ اور ص ۴۶۴ ؎ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔ ص ۲۱ ؎ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب۔ بریلی کی وجہ تسمیہ۔ سہ ماہی العلم کراچی۔ اپریل تا جون ۱۹۹۳ء ؎ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے تاریخ روہیل کھنڈ میں (ص ۲۱ وص ۲۲) مغل فوج کی فتح بریلی کے سلسلے میں تذبذب کا اظہار کیا ہے۔ بریلی کی فتح ہمایوں کے عہد میں ہوئی یا اکبر کے، مغل فوج کا سربراہ الماس علی خاں تھا یا کوئی دیگر شخص، ہم نے شجرۂ خاندان مولویان نقوی واسطی امروہوی ثم بریلی نزد چاہ خرم محلہ ذخیرہ بریلی کے تاریخی حصے سے استفادہ کرتے ہوئے عباس علی خاں غزنشی کو اکبر کی فوج کا سربراہ تحریر کیا ہے ؎ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے تاریخ روہیل کھنڈ میں (ص ۳۱۹) شاہ نواز خاں کی ماٰثر الامراء کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ شاہ دانا نے عرب بہادر اور نیابت خاں کے ساتھ ۱۵۸۲ء میں اکبر کے خلاف خروج کیا تھا۔ ہمارے خیال میں کتبۂ مقبرۂ ہذا کے مطابق سید جلال الدین احمد عرف شاہ دانہ کی وفات ۷۰۱ ہجری (مطابق ۱۳۰۳ء) بہ عہد تغلق شاہ (۱۳۲۵ تا ۱۳۵۱ء) ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ مقبرے کا طرز تعمیر بھی مغل طرز تعمیر سے پہلے کا ہے۔ یہ بات بھی بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اورنگ زیب کے صوبیدار بریلی نے ایک ایسے مقبرے کی مرمت یا تعمیر نو کرائی جس میں مدفون فرد نے اکبر کے خلاف خروج کیا تھا۔ لہٰذا معلوم یہی ہوتا ہے کہ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی کو شاہ دانہ کی عرفیت میں یکسانیت سے التباس ہوا۔ مذکورہ بغاوت نواح سنبھل میں ہوئی تھی اور اس کو سنبھل کے فوجدار عین الملک مرزائی نے کچل دیا تھا۔ وہ شاہ دانا کوئی دیگر شخص تھا ؎ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔ ص ۳۲۰ ؎ ایضاً ص ۲۵۲ ؎ مولوی رضی الدین بسمل بدایونی۔ کنز التاریخ۔ ص ۱۲ وص ۱۳ ؎ بخوف طوالت کتبات نقل نہیں کئے

گئے ہیں۔ شہر بریلی کی تاریخی عمارات کے کتبوں پر راقم الحروف کا مضمون ماہنامہ معارف اعظم گڑھ نومبر و دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہو چکا ہے جس سے رجوع کیا جائے [۱۹] عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔ ص ۲۳۶ [۲۰] مولوی رضی الدین بسمل بدایونی۔ کنز التاریخ۔ ص ۲۴۸ [۲۱] اکبر وارثی میرٹھی۔ آئینہ مسعودی۔ ص ۲ [۲۲] حکیم نجم الغنی خاں رامپوری۔ اخبار الصنادید۔ جلد ۱۔ ص ۵۱۰ [۲۳] سید اطہر عباس رضوی۔ فریڈم اسٹرگل ان یوپی۔ جلد ۵۔ ص ۱۶۷ تا ص ۱۷۵ [۲۴] سید مصطفیٰ علی بریلوی ۱۸۵۷ء کا ایک جانباز مجاہد نواب خان بہادر خاں شہید۔ ص ۱۸۶ تا ص ۱۸۸ [۲۵] عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔ ص ۲۵۱ و ص ۲۵۲ [۲۶] ایضاً ص ۲۵۱ اور ص ۳۱۰ [۲۷] ایضاً ص ۲۵۲ اٹکنسن۔ بریلی گزیٹیر [۲۸] سید الطاف علی بریلوی نے اپنی مشہور تالیف حیات حافظ رحمت خاں میں تحریر کیا کہ نواب حافظ رحمت خاں کی ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو شکست کے بعد ان کی بہن نے جو بی بی جی کے نام سے مشہور تھیں یہ مسجد تعمیر کرائی تھی (ص ۳۶۰) سید الطاف علی بریلوی نے اپنے بیان کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ یہ بیان مشکوک معلوم ہوتا ہے۔ روہیل کھنڈ کو فتح کرنے کے بعد شجاع الدولہ نے خاندان روہیلہ پر جو مظالم کیے تھے، ان کے پیش نظر خاندان روہیلہ کے کسی فرد کا ایسے پر آشوب ماحول میں مسجد کا تعمیر کرانا بعید از فہم و قیاس ہے۔ لہذا جب تک کوئی تاریخی شہادت فراہم نہ ہو مسجد بی بی کی تاریخ تعمیر کا تعین کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا [۲۹] نام محمد زیارت خاں المعروف بہ آخون فقیر صاحب۔ صاحب باطن بزرگ تھے۔ نواب حافظ رحمت خاں روہیلہ کے عہد حکومت کے مشہور شیخ طریقت تھے۔ بریلی میں فوت ہوئے (فٹ نوٹ حیات حافظ رحمت خاں۔ ص ۲۹۱) [۳۰] عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے تاریخ روہیل کھنڈ میں تحریر کیا ہے "مسجد شیعان عہد آصف الدولہ وزیر اودھ کی باہتمام مرزا احسن رضا خاں تعمیر ہوئی" (ص ۲۵۲) عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے اپنے بیان کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں دیا اور نہ مرزا احسن رضا خاں کو متعارف کرایا۔ آصف الدولہ کی وفات ۱۷۹۷ء میں ہوئی تھی اور شیعہ مسجد کی تعمیر ۱۷۹۶ء میں۔ چونکہ یہ مسجد

آصف الدولہ کے زمانے میں تعمیر ہوئی تھی، اس کو آصفی مسجد سے بھی موسوم کیا گیا۔ ڈاکٹر مسعود نقوی نے اپنے مضمون "بدایوں اور نوابین اودھ کا ۳۰ سالہ عہد حکومت" (ماہنامہ مجلہ بدایوں کراچی ستمبر ۱۹۹۳ء) میں بریلی/بدایوں کے صوبیداروں، فوجداروں اور تحصیلداروں کے اسماء اور ان کی مدت تقرری کی تفصیل دی ہے۔ اس فہرست کے مطابق ۱۷۹۶ء میں بریلی کا صوبیدار الماس علی خاں تھا مرزا حسین علی خاں، جس کے متعلق مقامی طور پر مشہور ہے کہ اس نے مسجد آصفی تعمیر کرائی تھی، ۱۸۰۰ء میں بریلی کا صوبیدار یا چکلہ دار تھا اور اسی سال وہ معزول ہو کر لکھنؤ چلا گیا تھا۔ لہذا مرزا احسن رضا خاں اور مرزا حسین علی خاں دو علحدہ علحدہ افراد ہیں۔ مرزا احسن رضا خاں نے آصفی مسجد کی تعمیر کرائی تھی یا نہیں اور وہ کون شخص تھا ہنوز جواب طلب سوالات ہیں۔ البتہ یہ بات طے شدہ ہے کہ مرزا حسین علی خاں صوبیدار بریلی نے آصفی مسجد کو تعمیر نہیں کرایا تھا ۳۱؎ حال میں باؤلی کو پاٹ دیا گیا جس سے اس مسجد کی ایک امتیازی خصوصیت ختم ہو گئی ۳۲؎ مفتی محمد عوض نواب صدیق حسن خاں قنوجی کے نانا تھے۔ چونکہ ان کی قیادت میں بغاوت ہوئی تھی اس کا نام "مفتی گردی" مشہور ہو گیا۔ یہ بغاوت ۱۶ اپریل ۱۸۱۶ء سے ۲۱ اپریل ۱۸۱۶ء تک جاری رہی۔ بعد کو کیپٹن کننگھم نے مراد آباد سے آکر اپنی فوج سے مجاہدین کو شکست دی۔ اس کے بعد مفتی محمد عوض ٹونک چلے گئے (حیات حافظ رحمت خاں ص ۳۶۴۔ ص ۳۶۵)، اس واقعہ کی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن بھی مقرر ہوا تھا جس کی تفصیل عبدالعزیز عاصی بریلوی نے تاریخ روہیل کھنڈ میں شامل کی ہے (ص ۱۹۶ تا ص ۱۹۹) ۳۳؎ خانقاہ نیازیہ بریلی میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مقبرہ شاہ نیاز احمد کی تعمیر حضرت شاہ محی الدینؒ کی حیات میں ہوئی تھی، جن کی مسند نشینی کی مدت ۱۹۰۸ء سے ۱۹۲۴ء کو محیط ہے۔ لہذا مقبرہ نیاز احمد کی تعمیر ۱۹۰۸ء اور ۱۹۲۴ء کے مابین ہوئی تھی ۳۴؎ سید بدر الدین علوی۔ حضرت مفتی عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بریلی کا کتب خانہ۔ ماہنامہ معارف اعظم گڈھ۔ مارچ ۱۹۵۲ء ۳۵؎ روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی

بریلی کے زیر اہتمام ماہنامہ مخزن العلوم بریلی شایع ہوتا تھا جس کی جلد ۸۔ جنوری ۱۸۷۲ء تا دسمبر ۱۸۷۲ء کے شمارے میرے پاس محفوظ ہیں۔ روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی کا اپنا مطبع بھی تھا۔ اس سوسائٹی کے سکریٹری گنگا پرشاد ڈپٹی کلکٹر اور لالہ لچھمی نرائن رئیس بریلی تھے۔ غالب کی دستنبو کا دوسرا ایڈیشن، تاریخ روہیل کھنڈ از نیاز احمد خاں ہوش اور تاریخ بدایوں و دیگر کتب اس سوسائٹی نے طبع کراکے شایع کی تھیں۔ یہ سوسائٹی کب بند ہوئی معلوم نہیں ہوسکا۔ مزید مطالعے کے لئے راقم الحروف کے مضامین "گلدستہ ہوش افزا بریلی" معارف اعظم گڈھ۔ اپریل ۱۹۸۱ء اور "بریلی کے اہم اخبارات" معارف اعظم گڈھ نومبر و دسمبر ۱۹۹۳ء سے رجوع کیا جاسکتا ہے [۳۶] سالانہ رپورٹ ۱۹۶۴-۶۵ء۔ نمبر ۸۴۳ تا ۳۵۰۔ ص ۱۷۱ و ص ۱۷۲ [۳۷] اخبار امر اجالا (ہندی۔ روزانہ) بریلی ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء [۳۸] ایضاً۔ ۲۴ جنوری ۲۰۰۰ء۔

کتابیات

اکبر وارثی میرٹھی۔	آئینہ مسعودی	اردو	لکھنؤ ۱۹۳۸ء
الطاف علی۔ سید۔ بریلوی	حیات حافظ رحمت خاں طبع ثالث	اردو	کراچی ۱۹۸۰ء
اطہر عباس رضوی۔ ڈاکٹر۔ سید	Freedom strangle in Uttar Pardesh Vol (V)	انگریزی	لکھنؤ ۱۹۶۰ء
اسٹینلے لین پول	Mediaeval India Under Mohaumadan Rule (A)712-1707	انگریزی	لندن ۱۹۱۶ء
بدری دت پانڈے	کمایوں کا اتہاس	ہندی	الموڑہ ۱۹۳۷ء
رومیلا تھاپر	بھارت کا اتہاس	ہندی	نئی دہلی ۱۹۹۵ء
رضی الدین بسمل۔ مولوی۔ بدایونی	کنز التاریخ	اردو	بدایوں ۱۹۰۷ء

عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی تاریخ روہیل کھنڈ اردو کراچی ۱۹۶۳ء

محمد قاسم فرشتہ تاریخ فرشتہ۔جلد ا۔ترجمہ عبدالحیؒ اردو دیوبند ۱۹۸۳ء

مصطفیٰ علی۔سید۔بریلوی ۱۸۵۷ء کا ایک جانباز مجاہد۔

خان بہادر خاں شہیدؒ اردو کراچی ۱۹۶۶ء

نجم الغنی خاں۔حکیم۔رامپوری اخبار الصنادید۔جلد ا۔اردو لکھنؤ ۱۹۱۸ء

ونود چیندر سنہا۔ڈاکٹر پراچین بھارت کا اتہاس ہندی بریلی ۱۹۷۹ء

مضامین

بی این پانڈے The Saga of Ahicchatra انگریزی پانچال جرنل کانپور (تاریخ ندارد)

بدر الدین۔سید۔علوی حضرت مفتی عنایت احمد صاحبؒ اور بریلی کا کتب خانہ اردو ماہنامہ معارف اعظم گڈھ۔مارچ ۱۹۵۲ء

کرشن باجپئی۔پروفیسر اہی چھتر ایگ یگ میں ہندی پانچال جرنل کانپور (تاریخ ندارد)

لطیف حسین ادیب۔سید۔ڈاکٹر گلدستہ ہوش افزا بریلی اردو ماہنامہ معارف اعظم گڈھ اپریل ۱۹۸۱ء

ایضاً بریلی کے اہم اخبارات اردو ایضاً۔نومبر و دسمبر ۱۹۹۳ء

ایضاً شہر بریلی کی تاریخی عمارات کے کتبات اردو ایضاً۔ " ۱۹۹۵ء

ایضاً بریلی کی وجہ تسمیہ اردو سہ ماہی العلم کراچی۔اپریل تا جون ۱۹۹۳ء

مسعود نقوی۔ڈاکٹر۔ بدایوں اور نوابین اودھ کا ۲۰ سالہ عہد حکومت اردو ماہنامہ مجلہ بدایوں کراچی۔ستمبر ۱۹۹۳ء

نرنکار دیو سیوک پانچال کے پوروا تہاس کی ایک کھوج ہندی روزنامہ اخبار امر اجالا بریلی کمایوں نمبر ۱۹۷۳ء

رپورٹ

1- Uttar Pardesh Annual Report (1988-99) Information and Public Relations Department Uttar Pardesh Lucknow.

2- Annual Report on Indian Epigraphy for the year 1964-65. Appendix D. PP 171-72 Nos 348 to 350 Archaeological survey of India Nagpur.

شجرہ خاندان

شجرۂ خاندان مولویان نقوی واسطی امروہوی ثم بریلی۔ مملوکہ سید محبوب حسین نقوی سکنہ نزد چاہ خرم محلہ ذخیرہ بریلی۔

اخبارات

امر اجالا۔ ہندی۔ روزنامہ۔ بریلی۔ بابت ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء

ایضاً بابت ۲۴ جنوری ۲۰۰۰ء

ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے

از سید صباح الدین عبدالرحمن

اس میں سلاطین دہلی اور شاہان مغلیہ کے عہد کے فن تعمیر، رفاہ عام کے کام، شہروں اور گاؤں کی آبادی، باغات، ترقی حیوانات، ترقی تعلیم، کاغذ سازی، کتب خانے اور خطاطی وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۳۰ روپے